شہناز اختر ظہور احمد

اسکالر،پی ایچ ڈی اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز، اسلام آباد

ڈاکٹر عابد حسین سیال

صدرِ شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز، اسلام آباد

صادق ہدایت اور ان کے معاصر ناول نگار

Shahnaz Akhter Zahoor Ahmed

Scholar PhD Urdu, NUML, Islamabad.

Dr Abid Hussain Sial

Head, Department of Urdu, NUML, Islamabad

Sadegh Hedayat and his Cotemporary Novelists

Literary era of Sadegh Hedayat and his contemporary novelists in Persian is important due to its thematic as well as stylistic significance. Novelists of that time focused on expressing their view point on social evils and injustice in society and elaborated the worst condition of common man in their writings. They were influenced by social realism movement and tried to maintain global standards of literature especially the fiction. The article attempts to analyze the salient features of writings of Sadegh Hedayat and his contemporaries.

Keywords: *Persian Novel, Sadegh Hedayat, Social Realism*

ایران میں فکشن (افسانوی ادب) کا آغاز تقریباً ناصر الدین شاہ قاچار (۱۸۴۸ء۔۱۸۹۶ء) کی وفات کے بعد سے تدریجاً ہوتا ہے۔ اس کے ارتقاء میں چند اہم واقعات و حادثات قابل ذکر ہیں اس عہد میں ایران پر مغربی تہذیب و تمدن کے اثرات رونما ہو رہے تھے۔ تہران میں "دارلفنون" کی ایجاد، ایرانی طالب علموں کا حصول تعلیم کے سلسلہ میں یورپ جانا اور مترجمین کی تعداد کا بڑھنا، انیسویں صد کی دوسری دہائی میں چھاپہ خانہ قائم ہونا۔ اخبارات و رسائل کا اجراء جدید خیالات و تصورات، تراجم کے ذریعہ سے عوام کو متاثر کر رہے تھے۔ یہ سب ایسے اسباب و علل ہیں جو ایرانی ادب میں افسانوی ادب کے لیے راہ ہموار کر رہے تھے۔

ایرانیوں کی ذہنی بیداری میں حاجی بابا اور سیاحت نامہ ابراہیم بیگ کا بڑا عمل دخل ہے سماجی ناول نگاری کے سلسلہ میں ڈاکٹر ظہور الدین صاحب اپنی کتاب "نیا ایرانی ادب" میں لکھتے ہیں:

> سب سے اچھا سماجی ناول جس کو بڑی شہرت حاصل ہوئی ہے۔ مشفق کاظمی کا "تہران مخوف" ہے جو پانچ جلدوں میں شائع ہوا اور بڑا مقبول ہوا۔ اس ناول میں نچلے طبقوں پر حکام کا ظلم و ستم اور ماحول کی خرابی اور فساد کا بیان ہے۔[۱]

ایران میں تاریخی ناولوں کا رواج ترجموں سے شروع ہوا۔ الیگزنڈر ڈوما اور جرجی زیدان کے ناول ایران میں بہت مشہور ہوئے۔ ان ناولوں سے متاثر ہو کر ایرانیوں نے اپنی تاریخ سے واقعات منتخب کر کے انہیں قصے کی صورت میں لکھنا شروع کیا۔ تاریخی ناول نگاروں میں محمد باقر خسروی، شیخ موسی نثری، حسن خان، بدیع صنعتی زادہ، کرمانی وغیرہ کے نام نمایاں ہیں۔ انہوں نے زیادہ تر تاریخی ناول ۱۹۰۹ء اور ۱۹۲۱ء کے درمیان لکھے۔

پہلا تاریخی ناول "شمس وطغرا کرمانشاہ" ۱۹۰۹ء میں شائع ہوا۔ اس کے بعد ماری وینسی وطغرل ہمای ۱۹۱۰ء میں شائع ہوا۔ ان ناولوں کے مصنف کا نام محمد باقر خسروی ہے۔ ناول میں آل بویہہ کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔

شیخ موسیٰ نثری نے قدیم تاریخ ایرن کو بڑے دلچسپ انداز میں پیش کیا اور قدیم تاریخ سے متعلق تین ناول لکھے ہیں۔ "عشق وسلطنت یا فتوحات کورش کبیر"، "ستارہ لیدی"، "سرگزشت شاہزادہ قاسم بابلی" ان کے مشہور نادل میں پہلا ناول "عشق وسلطنت" کے عنوان سے تین اقساط میں شائع ہوا۔ اس میں کورش کبیر کی ابتدائی زندگے سے لے کر فتح ہمدان تک کے واقعات کا ذکر ہے۔ حسن بدیع نصرۃ الوزراء کا "داستان باستان" کے نام سے اس کا تاریخی ناول تہران میں ۱۹۳۱ء میں شائع ہوا۔ بقول ڈاکٹر ظہور الدین صاحب:

> اس نے دیباچے میں دعویٰ کیا ہے کہ یہ پہلا تاریخ ناول ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس ناول میں بیژن و منیزہ کی عشقیہ داستان کے پس منظر میں ایران کی قدیم تاریخ بیان کی گئی ہے۔ ہخامنشیوں کی حکومت کے آغاز سے کورش کے ہاتھوں لیدیا اور سیجارون پر تصرف تک کے واقعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔[۲]

عبدالحسین صنعتی زادہ (۱۸۹۵ء۔۱۹۷۳ء) بڑے فعال اور تاریخی ناول نگار کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں اس سلسلے میں ان کا پہلا ناول "دام گستران یا انتقام خواہان مزدک" کے نام سے شائع ہوا۔ اس ناول میں صنعتی زادہ نے سلطنت ساسانی کے زوال اور عرب فتوحات کا ذکر کیا ہے۔ اس نے یزدگرد سوم کے ظالمانہ رویے اور اقلیتوں کے خلاف اس کے مذہبی تعصب پر تبصرہ کیا ہے۔ اس کے درباری مزدک کے حامی تھے اور خسرو کے ہاتھوں مزدک کے قتل کا انتقام لینا چاہتے

تھے۔ مصنف نے زرتشتی معبدوں کے متعصبانہ اخلاق کی خوب مذمت کی ہے۔"دام گستران" کی پہلی جلد ۱۹۲۲ء میں بمبئی میں شائع ہوئی۔"دوسری جلد تہران میں ۱۹۲۶ء میں شائع ہوا۔

صنعتی زادہ کا دوسرا تاریخی ناول داستان مانی نقاش ہے۔ اس میں تاریخی اور غیر تاریخی مواد پایا جاتا ہے۔ یہ ناول پلاٹ کے لحاظ سے "دام گستران" سے زیادہ متحرک اور اچھا ہے۔ صنعتی زادہ کا تیسرا ناول" سلحشور" ۱۹۳۴ء میں شائع ہو۔ اس میں حکومت ساسانیان کے آغاز اور اس کے بانی اردشیر اول کے احوال زندگی بیان کیے گے ہے ہیں۔

صنعتی زادہ کا ایک اور تاریخی ناول ۱۹۴۵ء میں شائع ہوا۔ اس میں ابو مسلم خرسانی کی داستان ہے جس نے بنو امیہ کے خلاف بنو عباس کی حمایت کی۔ بعد میں ہر دلعزیزی اور شہرت کی وجہ سے وہ منصور عباسی کے ہاتھوں قتل ہو جاتا ہے۔ اس نے "نادر فاتح دلی" کے عنوان سے بھی ایک ناول لکھا جو ۱۹۵۷ء میں شائع ہوا۔

زین العابدین مؤتمن نے اپنا تاریخی ناول "آشیانہ عقاب" کے زیر عنوان ۱۹۳۹ء میں تحریر کیا۔ اس ناول میں نظام الملک طوسی اور حسن بن صباح کے حقیقی کردار پائے جاتے ہیں۔

حسن سہرورد بھی اس دور کے تاریخی ناول نگاروں میں شمار ہوتے ہیں جن کا ناول "دہ نفر قزلباش" کے نام سے ہے جو ۱۹۴۸ء میں لکھا گیا۔ ذبیح بہروز، حسین رکن زادہ زبیح کا ناول "شاہ ایران و بانوی ارمن" ہے جس میں انہوں نے حکومت پر تنقیدی وطنز آمیز رویہ اپنایا ہے۔ رکن زادہ نے "دلیران تنگستان" کے نام سے اپنا تاریخی ناول لکھا جو ۱۹۳۱ء میں شائع ہوا، جس میں انہوں نے موجودہ ایران کو تاریخ کے آئینے میں دکھایا ہے۔

اس کے علاوہ تاریخی ناول نگاروں میں نمایاں نام کمالی حیدر علی (مظالم ترکان خاتون، افسانہ تایخی لازیکا)، خلیلی محمد علی (دختر کورش، نگارستان خون، بہرام گور)، مسرور حسین (داستان تاریخی محمود افغان)، مدرسی ابراہیم ("پنجہ خونین" اور" عروس صائن")، دہ نفر قزلباش (توران یا سر گذشت لطف علی خان زند) وغیرہ ہیں۔ سعید نفیسی کے ناول آخریں یادگار نادر، یزدگرد سوم، بابک خرم دین، دلدور آزر بائیجان، سرگزشت، طاہر بن حسین صفوی رحیم زادہ کے ناول داسان شہر بانو، داستان نادر شاہ، یاد شتہای خسرو اول، بیژن و منیزہ وغیرہم۔ تاریخی ناولوں میں ماضی پرستی کا عنصر پایا جاتا ہے۔ ناول نگار گزرے ہوئے زمانے کی یادوں کو اپنے سینے سے لگائے رکھتے ہیں دراصل وہ ماضی کی یادوں میں زیادہ سکون اور خوشی محسوس کرتے ہیں۔ ان تاریخی ناولوں میں قوم پرستی اور وطن کی محبت کا عنصر بہت نمایاں نظر آتا ہے نیز ان ناولوں میں ایرانیوں کی عربوں سے نفرت اور بے زاری کو موضوع بنایا گیا ہے، کیونکہ انہوں نے ایران باستان کی عظمت کو چکنا چور کر دیا تھا۔ بقول ڈاکٹر محمد کیومرثی:

> ایران میں مشروطیت کے زمانے میں تاریخی ناول ایک اہم ادبی صنف کے طور پر ظاہر ہو کر اپنے عروج و توسیع کے مراحل بڑی تیزی سے طے کرتا ہے۔ اصلیت و حقیقت کی تلاش و جستجو

اس دور میں ہر مصنف اور ناول نگار کا مقصد ہے یہ کاوش اور جستجو ۱۹۲۱ء تک ہر مصنف، ناول نگار اور افسانہ نگار کی تصانیف میں دکھائی دیتی ہے۔(۳)

انقلاب مشروطیت بلاشبہ ایران میں ایک بہت بڑا معاشرتی واقعہ اور حادثہ شمار کیا جاتا ہے۔ جو کہ ۱۹۰۶ء میں وقوع پذیر ہوا۔ ایران کی آزادی خواہ تمام پارٹیاں مل کر اس وقت کی استبدادی و جابر حکومت کے خلاف لڑتی رہیں ان سب پارٹیوں کے اہداف اور مقاصد میں انصاف و برابری کا اجراء، لوگوں کے حقوق کی بازیافت، مناسب قوانین و اصول کا حصول، جمہوری حکومت، عقیدوں کی آزادی ایسے موضوعات تھے جو اہمیت کے حامل تھے چنانچہ اس انقلاب نے نہ صرف معاشرہ بلکہ معاشرے کے حساس افراد، مصنفین اور شعراء کی روح اور افکار کو متاثر کیا جس بناء پر اکثر شعراء اور مصنفین آزادی چاہنے والی جماعتوں میں شامل ہوگے اور انہوں نے اپنے آثار و تصانیف کی وساطت سے گویا حکومت کے ساتھ لڑائی اور مقابلے کا سلسلہ شروع کیا جسے "ادبی انقلاب" کہنا مناسب ہو گا۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر محمد کیومرثی لکھتے ہیں:

> انقلاب مشروطیت کے زمانے (۱۹۱۱ء۔۱۹۰۵ء) کے دوران بہت عمدہ ادبی آثار و تصانیف لکھی گئیں۔ اس سلسلے میں کتاب احمد یا سفینہء طالبی اور مسالک المحسنین کو عبدالرحیم طالبوف نے (۱۸۵۴ء۔۱۹۱۱ء) لکھ کر پیش کیا۔(۴)

تاریخی ناولوں کے بعد معاشرتی و سماجی ناول ایران میں بہت زیادہ لکھے گے۔ معاشرتی ناول ایران میں پہلی جنگ عظیم کے بعد لکھے گے۔ ان ناولوں میں معاشرے کے تین بڑے کردار ہمارے سامنے آتے ہیں۔ ملازمین کا طبقہ، طوائف اور بازاری عورتوں کا طبقہ، آزادی نسواں کا موضوع۔ ذیل میں معاشرتی رجحان رکھنے والے ناول نگاروں اور ان کے کام کے متعلق بحث کی جاتی ہے۔

مرتضیٰ مشفق کاشانی (۱۹۰۲ء۔۱۹۷۷ء) اس نے اپنا معاشرتی ناول "تہران مخوف" کے عنوان سے لکھا اور ۱۹۲۲ء میں اس ناول کو دو جلدوں میں شائع کیا گیا۔ اس ناول میں انہوں نے عشق، لالچ، خود فروشی (فاحشہ گری) اور خصوصاً تہران شہر کے خوفناک مسائل اور دیگر پہلوؤں کی عکاسی کی ہے یہ پہلا ناول ہے جس میں ایران کے سیاسی و اجتماعی حالات زندگی کا نقشہ حالات کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اس میں محمد علی شاہ قاچار کے کے ظلم و ستم کو پیش کیا گیا ہے۔ یہ ناول اس دور کی تصویر پیش کرتا ہے جب آزادی خواہ پارٹیوں پر ظلم کے پہاڑ ڈھائے جا رہے تھے۔ پولیس، فوج اور حکومتی سطح پر رشوت ستانی عام تھی، اخوند و ملا، تاجر سادہ انسانوں کو فریب دیتے تھے۔ زنا، فحاشی کا دور دورہ تھا۔ یہ ناول چھ حصوں میں شائع ہوا تھا۔ پہلے چار حصے ایران میں شائع ہوئے تھے باقی دو حصے ۱۹۴۲ء میں برلن میں چھپے۔

محمد علی جمالزادہ اس دور میں تاریخی اور معاشرتی و اجتماعی ناولوں کے ساتھ ساتھ مختصر افسانوں نے بھی مقبولیت حاصل کی۔ محمد علی جمالزادہ (۱۸۹۵ء۔۱۹۹۷ء) بزرگ علوی معاصر ایران کے افسانوی ادب میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔

جمالزادہ نے اپنا ناول "دار المجانین" کے نام سے ۱۹۲۳ء میں شائع کیا۔ جنون اور عقلیت سے مربوط مختلف شخصیات کا ایک مجموعہ اس ناول میں موجود ہے۔ جمالزادہ حکومت کے ظلم و استبداد کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے نظر آتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے ناول مندرجہ ذیل ہیں:

قلتش دیوان(۱۹۴۶ء):

راہ آب نامہ(۱۹۴۸ء)

سروتہ یک کرباس(۱۹۵۵ء)

جمالزادہ کی تصانیف کے سلسلے میں متقدمین رائے دیتے ہیں کہ:

> جمالزادہ کی شروع کی تصانیف اور آخر کی تصانیف میں تفاوت محسوس ہوتا ہے۔ شروع میں ان کی نثر فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے عمدہ تھی اور آخر میں ان کی نثر خیال پردازانہ اور واقعیت سے دور معلوم ہوتی ہے۔[۵]

صادق ہدایت کا شمار جدید فارسی نثر کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ ہدایت افسانہ نگار کے حیثیت سے عالمگیر شہرت رکھتا ہے۔ "زندہ بگور" ہدایت کا پہلا افسانوی مجموعہ ہے۔ جو ۱۹۲۹ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہوا۔ ہدایت کا ناول "بوف کور" ایران کے اولین جدید ناولوں میں شمار ہوتا ہے۔ بقول محمد قاسم زادہ:

> ہدایت کے "بوف کور" کا شمار ایران کے اولین ناولوں میں ہوتا ہے۔ جس میں مضمون کی سادگی اور اس کے اجزاء میں یگانگت پائی جاتی ہے۔ اس ناول میں ہدایت نے واقعیت کی اچھی تصویریں پیش کی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فارسی زبان میں اولین ناول تخلیق کرنے میں کامیاب ہوئے۔ عشق اور جہالت اس ناول کا موضوع ہے۔[۶]

صادق ہدایت پہلوی، فرانسیسی، روسی اور انگریزی زبانوں پر عبور رکھتے تھے تاکہ ان زبانوں کے سرمایہ علم وادب سے استفادہ کر سکیں۔ انہوں نے فرانسیسی میں تین کتابیں بھی لکھیں۔ عالمگیر شہرت رکھنے والے مصنفین مثلاً چیخوف، دستوفسکی، پو اور کافکا کا مطالعہ انہوں نے فرانسیسی کے توسط سے کیا، بعض کی تصانیف کے ترجمے بھی فارسی میں کیے، فارسی شاعروں میں حافظ اور خیام ان کو بہت مرغوب تھے۔ فرانسیسی مصنفین مین سارتر اور بودلر ان کو پسند تھے۔ انہیں نقاشی سے بھی وابستگی تھی۔ "نیرنگستان" اور "بوف کور" اپنی کتابوں کے سرورق پر انہوں نے اپنے ہاتھوں سے تصویریں بنائیں۔ حسن میر عابدینی رقمطراز ہیں۔

"ہدایت آزاد منش و آشنابا" در دھای بزرگ فلسفی "کہ خود را

در یمان ادیبان بی حیاء، پررو، گدا منش و معلومات فروش

غریب می دید، انان رادروغ ورغ ساھاب بالطنزی گزندہ

مورد لعن وطعن قرار داو"۔ (۷)

اس ناول کے موضوع کے بارے میں محمد رضا لکھتے ہیں "بوف کور یعنی داستانِ مرد نومیدی کی در جھانی دشمن کیش، در آرزوی رھایی، آزادی و عشق واق است "(۸)

صادق ہدایت صحیح معنوں میں ایرانی فکشن کی عہد ساز شخصیت کہلاتے ہیں۔ ان کے ہاں ایرانی روایات دم توڑتی نظر آتیں ہیں وہ جدیدیت کا رجحان رکھتے ہیں۔ "بوف کور" ناول فارسی کے ماڈرن اور جدید ناولوں میں اولین سر خیل ناول شمار کیا جاتا ہے۔ جس کا نقادوں نے مختلف زاویہ ہائے نگاہ سے تجزیہ کیا ہے۔ اس کی ساخت شاعرانہ ہے۔ اس ناول نے مغربی دنیا کو بہت متاثر کیا۔ حتیٰ کہ میکائیل بارڈ نے ایک پوری تنقیدی کتاب اس ناول پر لکھی کتاب کا نام "Wedayat's Blind Owl as a Western Novel" اور بڑے تفصیلی تجزیے کر کے اس نتیجے پر پہنچا کہ بوف کور فارسی ہی نہیں بلکہ عالمی ادب میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ (۹)

سعید نفیسی: (۱۸۹۵ء۔۱۹۶۶ء) نے معاشرتی موضوع پر چند ناول لکھے۔ ان کا ناول "ہمہ راہ بہشت" کے عنوان سے ۱۹۵۱ء میں چھپا اور اس میں نفیسی نے بعض طبقات کے معائب معاشرتی لحاظ سے بیان کیے ہیں۔ ان کا آخری ناول "آتش ہای نہفتہ" ہے جو ۱۹۶۰ء میں شائع ہوا۔ اپنے نالوں میں انہوں نے سیاست اور معاشرتی حالات کی بڑی کامیابی سے تصویر کشی کی ہے۔

نیمایوشیج: (۱۸۹۵۔۱۹۵۹ء) علی اسفندیاری متخلص بہ ینمایوشیج ایران کے معاصر افسانوی ادب میں ایک افسانہ نگار کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں۔ اگرچہ نیمایوشیج بنیادی طور پر شاعر ہیں مگر انہوں نے ناول اور افسانے بھی تخلیق کیے۔ ۱۹۲۳ء میں ان کے چند ناول شائع ہوئے جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں شائع ہوئے، "براد'،"حسنہ وزیر غزلہ" اور "سر گذشت مالیخولیائی قبرستان شاہ بہار" نیمایوشیج ایران کے شمالی علاقے سے تعلق رکھتے۔ دیہاتوں کے رہن سہن سے بخوبی واقف تھے۔ اس لیے وہ اپنی تحریروں میں فطرت کی زبردست عکاسی کرتے نظر آتے ہیں وہ دیہاتوں کے فقر اور جہالت و بے روزگاری پہ روشنی ڈالتے ہیں۔

محمد حجازی نے ناول و افسانہ، تمثیلات، تراجم اور مقالات کثیر تعداد میں لکھے، حجازی کی نثر شاعرانہ انداز کی ہے۔ وہ ایک رجائیت پسند فکشن رائٹر ہیں ان کے ناولوں میں ہما اور زیبا مشہور ناول ہیں۔ ہما حجازی کا ایک کامیاب اجتماعی اور اصلاحی

ناول ہے اس میں اندھے عشق کی بے راہ روی اور معاشرتی خرابیوں کا تذکرہ ہے اور ان کی اصلاح کبھی مشورے۔ یوں تو ناول ہما کا پلاٹ حسن علی خان اور ہما کی بے لوث محبت کی داستان پیش کرتا ہے مگر درپردہ اخلاقی اور اجتماعی قدروں پر روشنی ڈالتا ہے لہذا اخلاقی اور فنی دونوں طرح سے ناول کا معیار بہت بلند ہے۔ فنی خوبیوں کے سلسلہ میں ڈاکٹر ظہورالدین ح صاحب رقم طراز ہیں۔

> اضطراب و تعطل اس کہانی کی جان ہے، پلاٹ اس قدر کامل ہے کہ کہیں الجھاؤ یا خامی نظر نہیں آتی، پر منظر کی معقول توجیح موجود ہے جس واقعہ یا جس بات کا بھی ذکر کیا ہے اس کو ناتمام نہیں چھوڑا بلکہ بعد میں کردار پر اس کا اثر واضح کیا ہے۔ (۱۰)

حجازی کا ایک اور ناول زیبا کے نام سے بہت طویل اور مشہور ناول ہے۔ اس ناول میں زیبا ایک حسین و جمیل عورت ہے اسے شہوت رانی اور نسوانی عیاری کا ایک کامل نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ اس حسین عورت کو گویا حسین ساحرہ کے روپ میں دکھایا گیا ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ جب کہ مصنف کا اصلاحی اور اخلاقی درستی کا نظریہ ہے اس لیے ناول میں کہیں بھی دامن نہیں چھوڑا۔ بقول ڈاکٹر ظہورلدین صاحب:

> مصنف نے قرن بیستم کے اوائل یعنی مشروطہ سے قبل کا ایران اس ناول میں مجسم کر دیا ہے۔ سیاحت نامہ ابراہیم بیگ اور حاجی بابا اصفہانی کی طرح اس میں بھی ایران کی اجتماعی، سیاسی اور اخلاقی حالت کو بیان کیا ہے۔ دفتروں اور وزارت خانوں میں کلرکوں اور افسروں کی نالائقی، بے پروائی، رشوت ستانی، اقربا نوازی اور سیاسی عیاریوں کو جزئیات کے ساتھ بیان کیا ہے، سیاسی رہنماؤں کی خود غرضی، اخبار نویسوں کی غیر ذمہ داری، ہنگامہ پرور افراد کے ہاتھوں وزراء کی بے بسی کو واقعات میں سمو کر اجاگر کیا ہے۔ (۱۱)

"ہما" اور "زیبا" کے علاوہ حجازی کے دو ناول "سرشک" اور "پرچہر" کے نام سے بھی ہیں جو بظاہر عشقیہ کردار ہیں مگر ان میں بھی معاشرتی اصلاح کا فریضہ سرانجام دیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ آئینہ، ساغر، پروانہ، آہنگ، راز پنہاں، اندیشہ اور نسیم وغیرہ بھی اچھے ناول اور ناولٹ ہیں۔ افسانوں کی ذیل میں حجازی کے شرین کلا، مادر شوہر، محمود آقا اور وکیل کند، مسافرت قم، حافظ و صاحب عیار، عروشی فرنگی وغیرہ مشہور معروف ہیں۔

م مسعود دھاتی کے مشہور ناولوں میں "تفریحات شب"، 'در تلاش معاش"، "اشرف المخلوقات"، گلہای کہ در جہنم می روید اور بہار عمر ہیں۔

> "تفریحات شب" جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس میں مصنف نے تہران کی روز شب بسری میں عیش و عشرت کے مشاغل کا ایک رخ ہمارے سامنے پیش کیا ہے، "در تلاش معاش" دراصل

"تفریحات شب" کا ضمیمہ ہے اور "اشرف المخلوقات" میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان جو ایک عظیم مخلوق ہے کس طرح حیوانوں سے بھی بدتر زندگی گرزاتا ہے۔ "کلہای کہ در جہنم فی روید" ناول دو جلدوں میں چھپا تھا۔ دوسری جلد کا نام بہار عمر رکھ دیا گیا۔ آخری ناول میں جنگ عظیم دوم کے بعد کے حالات میں ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہونے والے بچے کو ان حالات سے گزرنا پڑتا ہے اس کا گھناؤنا نقشہ پیش کی اہے اور وہ بچے جو دوزخی ماحول میں پیدا ہوئے ہیں ان کی تربیت کی خرابیوں میں مصنف نے کئی عناصر کا ذکر کیا ہے۔ بقول ڈاکٹر ظہورالدین: "یہ ناول بھی حاجی بابا اصفہانی اور سیاحت نامہ ابراہیم بیگ کی روایت لیے ہوئے ہے اور انہی کی تقلید میں لکھا گیا ہے۔ "(۱۲)

علی قلی مستعان کی طرح جواد فاضل پُرنویس ہیں، انہوں نے پچیس کے قریب ناول لکھے ہیں جبکہ باقی تحریریں اس کے علاوہ ہیں ان کے ناولوں کے نام مشق در مدرسہ یا دختر مدرسہ، مہین، عشق ترپایا افسوانکار، شہید عشق یا خیانت فروش، ستارہ، یگانہ، لعنت بر تو ای عشق خاطرہ، قشنگ، تبسم زندگی، بانوی بے گناہ، مہتاب، یکدختر، جہانبانو، نویسندہ، شعلہ، دارین و دنیا، حلقہ طلا، شیرادہ، تقدیم بتو، لاریجان، زیدی تریلا، پست شمارہ نمبر، گمشدہ، وفا، دختریتیم، عشق در شک، دختر ہمسایہ نازنین، فاحشہ، ہفت دریا، ای ارزدی من، خطرناک، گل قرنفل، گردن بند ملکہ، گناہ فرشتہ، ملکہ بدبخت، وظیفہ بالاتر از عشق۔

ان ناولوں کے ناموں سے ہی ظاہر ہو رہا ہے کہ مضامین کس قسم کے ہوں گے۔ عشق کی بے راہ روی اور شہوت رانی ان کے ناولوں کا موضوع ہے۔ جنسیت کے ساتھ ساتھ حکومت پر بھی کہیں کہیں تنقید ملتی ہے۔

محمد علی افغانی صنعت سے وابستہ خاندان میں ۱۹۲۵ء میں پیدا ہوئے۔ فارسی کے معاصر مصنفین میں ان کا شمار اعلی درجے کے ناول نگاروں میں ہوتا ہے ان کے دو ناول شائع ہوئے ہیں۔ "شوہر آہو خانم"، "سیندخت" "شوہر آہو خانم" بہت مشہور ناول ہے جو کہ آٹھ سو تریسٹھ صفحات پر مشتمل ہے یہ ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا۔ اخبار و جرائد میں اس کا اتنا چرچا ہو کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس کا دوسرا ایڈیشن چھپ کر سامنے آگیا۔

محمد علی جمالزادہ نے اپنے مقالے میں اس ناول کو out standing ناول قرار دیا ہے۔ اسکی قدروقیمت کو بہت سراہا ہے اور اسے فارسی نثر میں سنگ میل کا درجہ دیا۔ ۱۹۶۳ء میں شوہر آہو خانم کو سال کی بہترین کتاب کا ایوارڈ ملا۔ اس کی اہمیت پر ڈاکٹر ظہورالدین صاحب رقمطراز ہیں:

محمد علی افغانی نے اس ناول میں شوہر کی مقتدرانہ اور ظالمانہ حیثیت، قانون اور رسم ورواج کی قیود میں جکڑی ہوئی ایرانی عورت کی مظلوم و مقہور زندگی کو اجاگر کیا ہے جس مہارت سے اس

نے ایرانی معاشرے کی اس دکھتی رگ کو چھیڑا ہے اور جس کمال ہنرمندی سے اس کو بیان کیا ہے۔فارسی نثر کی تاریخ میں بے مثال ہے۔[۱۳]

بزرگ علوی ۱۹۰۷۔۱۹۹۷ء میں ایران کے افسانوی ادب کا ایک نامور افسانہ نگار اور ادیب کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں۔ وہ اخبار نویس بھی رہے۔ جنزیشن گیپ ان کی کہانیوں کا موضوع ہے وہ زوال، مفلسی اور غربت کا شکار گھرانوں کی بات کرتے ہیں اور اجتماعی مسائل کا حل ڈھونڈتے نظر آتے ہیں۔ واقعیت نگاری اور حقیقت کی تلاش اس دور میں ایرانی فکشن پر طاری تھی علوی نے اس تحریک کو اگے بڑھایا۔ حسن میر عابدینی اپنی کتاب "صد سالہ داستان نویسی در ایران" میں علوی کی فارسی فکشن پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

علوی نے اجتماعی حقیقتوں کے پس منظر کو پیش نظر رکھ کر بہت سے افسانے تحریر کیے۔ ان کی شہرت کا دارومدار زیادہ تر ان کے ناول "چشمہایش" پر ہے۔ اس ناول کو ایران کے نخستین واقع ناولوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس ناول کے ساتھ علوی کے ادبی کارناموں اور تصانیف کا دوسرا دور اپنے اختتام کو پہنچ جاتا ہے۔[۱۴]

محمود اعتماد زادہ جو کہ "بہ آذین" کے لقب سے جانے جاتے ہیں۔(۲۰۰۶۔۱۹۱۴ء) فارسی کے افسانوی ادب میں ایک اہم نام ہے، جنہوں نے صادق چوبک، ابراہیم گلستان اور جلال آل احمد کے ساتھ اپنی تحریر و تصانیت کا کام شروع کیا۔ بنیادی طور پر ان کا شمار افسانہ نویسوں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی ناول نگاری میں بزرگ علوی کی طرح واقعیت نگاری کی۔ بہ آذین نے "دختر رعیت" کے نام سے ناول لکھا۔ اس ناول کے متعلق ڈاکٹر محمد کیومرثی کا نقط نظر ملاحظ کریں:

یہ دراصل ایک تاریخی ناول ہے جس میں جنگل میں رہتے ہوئے کچھ لوگوں کے سیاسی مبارزات کو بروئے کار لائے ہیں جیسے ادبیات معاصر میں نہضت جنگل کے نام سے پکارا جاتا ہے۔[۱۵]

ایران میں (۱۹۵۳۔۱۹۶۳ء) کا ددر افسانوی ادب کے لیے زوال کا دور تھا۔ اس دور میں ایران ایک سیاسی انقلاب کا سامنا کر رہا تھا۔ اس کو "انقلاب کودتا" کہا جاتا ہے۔ کودتای مرداد ۱۳۳۲ شمسی سے معروف ہے اس کودتا نے ایران کی تاریخ و ثقافت پر بہت اثرات مرتب کیے لوگوں میں بے یقینی کی لہر دوڑ گئی۔ ادیب اور دانشور حقائق سے راہِ فرار اختیار کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

بڑے اور فعال مصنفین بھی اس دور میں سست رفتار ہوگے مثلاً حجازی، جلال آل احمد، ابراہیم گلستان، صادق چوبک، بہ آذین، سیمین دانشور وغیرہ ان میں سے اکثر کا رجحان ادبی تراجم کی طرف ہوگیا اور تراجم نگاری نے باقاعدہ تحریک کی شکل اختیار کرلی۔ یورپی اور مغربی تصانیف کے تراجم ہونے لگے، بقول سیمین دانشور جو اس دور کی ایک اہم مصنفہ ہیں اس سلسلے میں کہتی ہیں:

میری طرح بہت سے افسانہ نگاروں نے تراجم کا کام شروع کیا، چونکہ سارے ادبی کام اپنی قدر و قیمت کھو چکے تھے۔ ہم سب نے مغربی تصانیف کے ترجمے کا آغاز کیا اور بجائے اس کے ہم تخلیق کار بن جائیں، مترجم بن گے۔ [۱۶]

۱۹۲۱ء سے ۱۹۴۱ء تک کے فارسی ادب پر فرانسیسی ادب کے اثرات مرتب ہوئے اور ۱۹۴۱ء سے ۱۹۵۱ء تک روسی ادب کے اثرات فارسی ادب پر نمایاں ہوئے اور ۱۹۵۱ء کے بعد ایران کے ادبی ماحول کو امریکی ادب اپنے قبضے میں لے لیتا ہے۔

جلال آل احمد ۱۹۶۹ء میں ۴۶ برس کی عمر میں پر اسرار موت مارے گے۔ مختصر سی مدت تالیف میں وہ تلاش و تحقیق، تنقید و ترجمہ اور افسانہ و ناول پر دیرپا اثرات چھوڑ گے۔ اس دور میں ان کی مشہور تصنیف "غرب زدگی" ہے جو ان کی شہرت کا باعث بنی "سر گذشت کندوھا"، "نون والقلم'، اور نفرین زمین" "سنگی بر گوری" وغیرہ ان کی مشہور تصانیف ہیں۔ نون والقلم ۱۹۶۱ء میں اپنے سیاسی تجربات کی بنا پر لکھ کر دوسری جنگ عظیم کے بعد مختلف سیاسی پارٹیوں کی شکست کا اچھی طرح جائزہ لیا ہے۔ نون نان کی عوامی صورت سے اور والقلم قران کی ایک سورۃ "ن والقلم" سے مراد ہے کہ روٹی کی خاطر قلم کو نہیں بیچا جائے گا۔ ڈاکٹر محمد کیو مرثی جلال آل احمد کی تصانیف پر یوں اظہار خیال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اس دور میں آل احمد نے اپنی بہترین تحریروں اور تصانیف "مدیر مدرسہ" پیر مرد چشم مابود اور "جشن فرخندہ" میں عام بول چال کی زبان کو بروئے کار لانے کی کوشش کی حصوصاً انہوں نے ان میں افسانے کی زبان کو محاورے کی زبان سے ہم آہنگ کر دیا اور اس میں وہ کامیاب بھی رہے۔ اس سلسلے میں ان کی سب سے لمبی کہانی "مدیر مدرسہ "۱۹۵۸ء میں سامنے آئی۔ [۱۷]

اس دور میں مغربی و یورپی آثار تصانیف کے تراجم بیہودہ گوئی اور امریکی عمل دخل کے اثرات فارسی ادب پر اس قدر نمایاں نظر آتے ہیں کہ زیادہ ناول نگار جنس نگاری کی طرف راغب ہو گئے جس کی وجہ سے معاشرے میں بے راہ روی پھیلی۔ البتہ کچھ مصنفین نے بچوں کا ادب تخلیق کیا اور بعض نے دیہی زندگی کو بھی پیش نظر رکھا۔ بقول سید سبط حسن

"جلال آل احمد کو اس کی قیام گاہ میں قتل کر دیا گیا اور ساواک نے جندل کے اہل خاندان کو تجہیز و تکفین کی اجازت بھی نہیں دی"۔ [۱۸]

تقی مدرسی ۱۹۳۲ء میں ایک مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ جب وہ طالب علم تھے تو ان کے ناول "یکبہار و تنہائی او" کو رسالہ سخن کی طرف سے بہترین ناول کا انعام ملا، یہی ناول ان کی شہرت کا باعث بنا اس کے دس سال بعد امریکہ میں انہوں نے اپنا دوسرا ناول "شریفجان" کے نام سے شائع کیا۔

جمال میر صادقی کے ناول "درازنای شب" اور "شب چراغ" عشق و محبت کے موضوع پر بہت اہم ناول شمار کیے جاتے ہیں ان ناولوں پر بزرگ علوی کے اثرات واضح ہیں۔ ہوشنگ گلشیری کے کریستن و کید" اور بدہ گمشدہ راعی کے علاوہ اسماعیل فصیح کا "دل کور" زکریا ہاشمی کا "طوطی" بیژن شعلہ ور کا "سفر شب" محمود گلا بدرہ ای کا "پرکاہ" اور احمد محمود کا "ہمسایہ" بہت مشہور ناول ہیں۔

۱۹۶۳ سے ۱۹۷۹ء تک ایرانی میں افسانہ نویسی اور ناول نویسی نے دوبارہ عروج پکڑا اور نوجوان مصنفین کے علاوہ خواتین مصنفین بھی اس دور میں سامنے آئیں، سب سے اہم اور قابل ذکر مصنفہ سیمین دانشور ہیں۔

سیمین دانشور: (۱۹۲۱ء) ایران کے معاصر افسانوی ادب میں ایک اہم خاتون افسانہ نگار کی حیثیت سے سامنے آتی ہے۔ سیمین کو پنا ناول "سووشون" کے لکھنے پر بہت شہرت حاصل ہوئی، ناول نگاری میں انہوں نے ممتازم مقام حاصل کیا۔ سیمین دانشور اپنی تحریروں میں اور تصانیف میں مابعد جدیدیت کی صف میں کھڑی نظر آتی ہیں۔ دانشور ۱۹۲۱ء میں شیراز میں پیدا ہوئیں وہ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ۱۹۴۸ء میں مشہور اور بلند پایہ مصنف جلال احمد سے واقف ہوئیں اور ان سے شادی کر لی۔

معاصر افسانوی ادب میں دانشور کو مختصر افسانہ نویسی اور دوسری زبانوں میں تراجم کے حوالے سے بھی اہم مقام حاصل ہے۔ افسانوں میں ان کے پہلے مجموعے "آتش خاموش"، "شہری چون بہشت" ہیں جن کا اسلوب نیا اور انداز نگارش منفرد ہے۔ سیمین دانشور کی تحریروں میں تنوع اور رنگارنگی پائی جاتی ہے۔ ان کے ہاں ناولوں، مقالات اور افسانوں کی نثر ایک دوسرے سے مختلف اور علیحدہ نظر آتی ہے۔ دانشور کی نظر ملاحظہ ہو:

پاھا مو بستن، خنک شدم، باز الصبا اسواد در شکہ شدیم۔ مردا باکلا پوشی۔۔۔ خیار تازہ برام کند۔ خنک خنک خنک چقدر دل واندرون آدم خنک۔۔ بچہ خودم چونہ مومی بندہ۔۔ من ترسیدم

حوالہ جات

۱۔ ظہور الدین احمد، ڈاکٹر، نیا ایرانی ادب، ضیائے ادب، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۳۶۲

۲۔ ایضاً، ص ۳۷۲

۳۔ محمد کیومرثی، ڈاکٹر، اردو فارسی افسانہ، شعبہ اردو شاہ عبداللطیف یونیورسٹی خیرپور، پاکستان، ۲۰۱۰ء، ص ۲۷

۴۔ کامنشاد، خ، پیش کسوت نویسندگان ایران، ایران نامہ، تہران ۱۹۹۸ء، ص ۱۱۲

۵۔ قاسم زادہ، محمد، داستان نویساں معاصر ایران میں، گزیدہ و نقد ہضاد سال، داستان نویسی، معاصر ایران، انتشارات هنر مند، تہران، ۱۳۸۳ش، ص ۶۳۔۶۲

۶۔ حسن میر عابدینی، صد سال داستان نویسی ایران جلد او، نشر چشمہ، تہران، ۱۳۸۷م ص ۹۸

۷۔ قربانی، محمد رضا، نقد و تفسیر صادق ہدایت، ژرف، تہران، ۱۳۷۲، ص ۱۱۶

۸۔ نیر مسعود، ایرانی کہانیاں، ترجمہ وانتخاب، سٹی پریس بک شاپ، کراچی، ۲۰۰۲ء، ۱۳۳۔۱۳۲

۹۔ ظہورالدین احمد، ڈاکٹر، نیا ایرانی ادب، ص ۳۸۶

۱۰۔ ایضاً، ص ۳۸۸

۱۱۔ ایضاً، ص ۴۱۲۔۴۱۱

۱۲۔ ایضاً، ص ۴۳۲

۱۳۔ حسن میر عابدینی، صد سال داستان نویسی در ایران، ج اور ۲، نشہ چشمیہ، تہران، ۱۳۸۳ش، ص ۲۴۱

۱۴۔ محمد کیومرثی، ڈاکٹر، اردو فارسی افسانہ، ص ۱۰۰

۱۵۔ ایضاً، ص ۹۶

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۱۰

۱۷۔ سبط حسن، سید، انقلاب ایرا، مکتبہ دانیال، کراچی، ۲۰۱۶ء، ص:۴۱

۱۸۔ سیمین دانشور، دکتر، شہری چون بہشت، بہ نقل از نقاش، اشاعت دوم، س ن، ص ۲۵